جلد ۴

نمبر ۱۰

ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر و یامرون بالمعروف وینھون عن المنکر و اولئک ھم المفلحون

اور چاہئے کہ تم میں سے ایک ایسی جماعت ہو جو نیکی کی طرف بلائے اور بھلائی کا حکم کرے اور بدی سے منع کرے اور یہی لوگ ہیں فلاح پانے والے

ایڈیٹر

صاحبزادہ حضرت میرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب

قیمت سالانہ عوام سے (عہ) دو روپیہ اور طلبار سے (عہ) ایک روپیہ آٹھ آنہ

رسالہ تشحیذ الاذہان قادیان

بابت ماہ شوال ۱۳۲۷ سنہ ہجری | فہرست مضامین | مطابق ماہ اکتوبر ۱۹۰۹ء

باہتمام حافظ عبد الرحیم صاحب مینیجر ۱۴ - ماہ شوال ۱۳۲۷ سنہ ہجری کو قادیان دار الامان سے شائع ہوا

دنیا میں لاثانی خضاب

ناظرین! ہمیں یہ خضاب بڑی محنت اور تلاش سے ملا ہے - مَیں امید کرتا ہوں کہ آپ نے کبھی ایسا خضاب نہ دیکھا نہ سُنا ہوگا - یہ کاسٹک اور تیز آب کے مرکب خضابوں کی طرح جلد کو سیاہ اور بالوں کو بھورا اور سخت نہیں کرتا - بلکہ اصلی سیاہ رنگت ایسی ہوتی ہے کہ دوسرا ہرگز شناخت نہیں کرسکتا - کہ واقعی یہ خضاب شدہ ہیں - بدن اور کپڑوں پر کسی قسم کے داغ دھبّہ کا مطلق خوف نہیں نہ ہی کسی قسم کی احتیاط کی ضرورت ہے - لُطف یہ کہ آیندہ سفید بالوں کی ترقی بند ہو جائے گی - بلکہ اگر بال قبل از وقت سفید ہو گئے ہوں تو چند دفعہ ہی کے استعمال سے پھر خضاب کی ضرورت نہ رہے گی - علاوہ مذکورہ بالا فوائد کے ہر قسم کے نزلہ - ریزش کو جذب کرتا ہے اور دانتوں کی بیماریوں کو دُور کرتا ہے اگر ہلتے بھی ہوں گے تو مضبوط ہو جائیں گے - نہایت ارزاں - قیمت فی بکس جو کم سے کم بیس دفعہ کے لیئے کافی ہوگا علاوہ محصول ڈاک ایک روپیہ (عہ) درجن بکس دس روپیہ اور تین بکس کے خریدار کو محصول ڈاک معاف - نمونہ ایک آنہ کا ٹکٹ آنے پر مفت روانہ ہوتا ہے - کمیشن ایجنٹوں کی ضرورت ہے - خط و کتابت سے فیصلہ کریں ؁

ملنے کا پتہ :- کارخانہ الخضاب امرتسر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

کفارہ

کفارہ کے معنے - کفارہ - کفر سے نکلا ہے جس کے معنے ہیں ڈھانکنا - یا کسی چیز پر پردہ ڈالنا - کفارہ بھی اسی لفظ سے نکلا ہے - اور کفار جمع ہے کافر کی کافر کہتے ہیں کسان کو کیونکہ وہ زمین میں غلہ ڈالکر ڈھانکدیتا ہے - اسی طرح کافر منکر کو بھی کہتے ہیں کیونکہ وہ سچائی پر پردہ ڈالتا ہے - غرض کفارہ کے معنے ہوئے ڈھانکنے کی چیز اور اس جگہ ہم کفارہ کے خاص معنوں پر بحث کرتے ہیں یعنی گناہ کا کفارہ یا وہ چیز جو گناہ کو ڈھانکتی ہے

اقسام کفارہ + کفارہ کی دو قسمیں ہیں اور ان میں سے پہلی قسم یہ ہے کہ اگر کسی انسان نے کوئی بدی یا گناہ کیا ہو تو اس کے عوض کوئی ایسی نیکی کر دے جو اس کے پہلے گناہ کا کفارہ ہو جاوے - مثلاً ایک شخص خدا تعالےٰ کی نافرمانی کر کے اس کو ناراض کر لے لیکن جب اسکو سمجھ آجاوے کہ اس کا یہ کام بدی تھا - تو آئیندہ کے لیے اس بدی سے توبہ کرے - اور اس کے عوض نیکیوں میں ترقی کرے اور یہانتک ترقی کرے - کہ گویا اس نے خدا کو راضی کر لیا - تو ایسی حالت میں ہم یہ کہینگے - کہ اس کی نیکیاں اس کی بدیوں کا کفارہ ہو گئیں - یا کہ اس نے

کبھی بدی کی ہی نہیں۔ اس مسئلہ کو دنیا کے اکثر مذاہب مانتے ہیں اور یہ فطرت کے بھی مطابق ہے +

دوسری قسم کفارہ کی وہ ہے۔ کہ ایک انسان گناہ کرے اور اس کے عوض میں کسی اور کو سزا دیجاوے۔ یہ کفارہ اس قسم کا ہے۔ کہ اس کو عقلاً تسلیم نہیں کر سکتے کیونکہ لاتزر وازرۃ وزر اخری اس قسم کا کفارہ مسیحیوں میں پایا جاتا ہے کیونکہ وہ مانتے ہیں کہ یسوع تین دن دوزخ میں رہکر اپنے متبعین کے گناہوں کا کفارہ ہو گیا ہے اس جگہ ہم اسی کفارہ پر بحث کرنا چاہتے ہیں۔ وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم

مسیحی کفارہ

تمہید۔ مسیحیوں کا یہ عقیدہ ہے۔ کہ یہ انسانی فطرت کا خاصہ ہے کہ انسان ضرور گناہ کرے۔ کیونکہ یہ گناہ انسان کو آدم علیہ السلام سے ورثہ میں پہونچا ہے۔

دوسری طرف ان کا یہ بھی عقیدہ ہے۔ کہ خدا تعالےٰ جو الرحمن ورحیم ہے۔ وہ کسی انسان کے گناہ نہیں بخش سکتا۔ کیونکہ اگر وہ ایسا کرے تو اس کے انصاف میں فرق آتا ہے۔ مندرجہ بالا ہر دو اعتقادات کی بنا پر مسیحی صاحبان اس نتیجہ پر پہونچے ہیں۔ کہ نجات کی کوئی صورت نہیں ہی کیونکہ یہ لازمی امر ہے کہ ہر ایک انسان گناہ کرے اور پھر یہ بھی ضروری بات ہے کہ اس کے گناہ بخشے نہ جاویں۔ اس صورت میں نجات ناممکن ہے۔ تب مسیحی صاحبان نے بعد غور و فکر کے یہ بات نکالی کہ ہم یہ کہدیں کہ یسوع مسیح جو خدا کا بیٹا تھا۔ بنی نوع کا کفارہ بننے کے لیے تین دن

دوزخ میں رہا +

تردید کفارہ - مندرجہ بالا ایک ایسا عقیدہ ہے جو مذہب مسیحی کو نجات دلانیوالا ثابت کرنے کے لیے بنایا گیا ہے اگر عقلمند انسان اس میں غور کرے۔ تو وہ اس کو عقل سے کوسوں دور پائیگا

گناہ انسان کو ورثہ میں ملتا ہے - مسیحی صاحبان نے یہ تو کہدیا کہ انسان کو گناہ ورثہ میں ملتا ہے۔ لیکن اگر ان سے یہ دریافت کیا جاوے۔ کہ اس کے لیے آپ کے پاس کیا ثبوت ہیں تو یا تو وہ بالکل خاموش رہینگے یا کوئی اس قسم کی دلیل پیش کرینگے جو تثلیث کے ثبوت کے لیے پیش کیجاتی ہیں -

یہ لوگ زیادہ سے زیادہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ آدم کو اس کے گناہ کی یہ سزا ملی تھی کہ وہ روٹی کما کر کھائے اور حوا تکلیف سے بچہ جنے۔ اور جب ہم دیکھتے ہیں کہ تمام آدمی اپنی روٹی کما کر کھاتے ہیں اور تمام عورتیں تکلیف سے بچے جنتی ہیں تو معلوم ہوا۔ کہ یہ گناہ کی سزا ہے اس حالت میں گناہ بھی ہونا چاہیے جس کی یہ سزا ہے اس لیے یہ ثابت ہوا کہ ہر ایک انسان گناہ کرتا ہے اور یہ گناہ اس کو ورثہ میں ملا ہے -

اب ہم مسیحی صاحبان کیخدمت میں یہ عرض کرتے ہیں کہ براے مہربانی وہ یہ بتائیں کہ جس کو انجیل میں بار بار ابن آدم کے نام سے یاد کیا گیا ہے کیا اس نے کبھی کوئی گناہ کیا یا نہیں۔ اگر کیا ہے۔ تو وہ کیا تھا۔ اگر نہیں کیا تو وہ ابن آدم کس طرح کہلا سکتا ہے + علاوہ ازیں ہم دیکھتے ہیں۔ کہ دنیا میں بہت سے لوگ ایسے ہیں۔ کہ جنکو روٹی

کے لیے ذرا بھی محنت نہیں کرنی پڑتی - تو کیا ان کو گناہ ورثہ میں نہیں ملا - مثال کے طور پر ہم اس زمانے کے گدی نشینوں کو پیش کرتے ہیں کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ وہ اپنی روٹی کے لیے کوئی محنت کرتے ہیں اسی طرح آج کل کے زمانے کے بہت سے سادہوؤں کو ان کے ڈیرہ پر روٹی تیار کر کے پہونچادی جاتی ہے -

الغرض جب گناہ کی یہی نشانی ہے کہ انسان محنت سے روٹی کھائے - تو جب یہ لوگ جن کو ہم مثال کے طور پر پیش کر چکے ہیں محنت کر کے روٹی نہیں کھاتے تو کیا اس کے معنے یہ ہونگے کہ وہ کبھی گناہ نہیں کرتے اگر مسیحی صاحبان کے پاس گناہ کو ورثہ ثابت کرنے کے لیے مندرجہ بالا دلیل کے علاوہ کوئی اور دلیل ہو - تو پیش کریں - ورنہ ان کا دعوے خارج ہو جائیگا -

جب ہم انجیل پر نظر ڈالتے ہیں - تو وہ اس کے برخلاف گواہی دیتی ہے چنانچہ لکھا ہے " پر اگر تم اس کے معنی جانتے - کہ میں قربانی کو نہیں بلکہ رحم کو چاہتا ہوں - تو تم بے گناہوں کو گنہگار نہ ٹھہراتے " دیکھو متی باب ۱۲ آیت ۶ و ۷ -

ان آیات سے صاف طور پر نتیجہ نکلتا ہے کہ دنیا میں کچھ لوگ بے گناہ بھی ہوئے ہیں - اور جو لوگ بے گناہوں کو گنہگار کہتے ہیں - انہوں نے یسوع کے آنے کی غرض کو ہی نہیں سمجھا - اگر پادری صاحبان ان آیات پر غور فرماویں - تو میں امید رکھتا ہوں کہ آئندہ کے لیے اس عقیدہ سے باز آجاویں - کہ گناہ ورثہ میں ملا ہے - فاعتبروا یا اولی الابصار -

خدا تعالیٰ گناہ معاف کر سکتا ہے۔ دوسرا عقیدہ پادری صاحبان کا یہ ہے۔ کہ انسان کے گناہوں کو خدا تعالےٰ معاف نہیں کر سکتا کیونکہ اس سے اس کے انصاف میں فرق آتا ہے۔ اس عقیدہ پر مجھے بہت تعجب آیا کرتا ہے۔ کیونکہ ایک معمولی استاد اپنے شاگرد کے ایک باپ اپنے بیٹے کے اور ایک مجسٹریٹ اپنے پیش آمدہ ملزم کے گناہ معاف کر سکتا ہے بلکہ اگر ایسا نہ کرے تو ظالم کہلاتا ہے۔ مگر خدا تعالےٰ کسی صورت میں ایسا نہیں کر سکتا۔ اگر کبھی ایسا کرے بھی تو بجائے رحیم کریم کے ظالم کہلاتا ہے۔ گویا کہ خدا تعالےٰ کو معمولی انسان کے برابر بھی طاقت نہیں ہے۔ تم میں سے ہائے انصاف کرنیوالے کدھر گئے۔

علاوہ ازیں جب ہم انجیل پر نظر ڈالتے ہیں تو وہ کہتی ہے۔ کہ گناہ معاف ہو سکتے ہیں چنانچہ لکھا ہے "اس لیے میں تم سے کہتا ہوں کہ لوگوں کا ہر طرح کا گناہ اور کفر معاف کیا جائیگا۔ مگر وہ کفر جو روح کے حق میں ہو۔ لوگوں کو معاف نہ ہوگا۔ جو کوئی ابن آدم کے حق میں برا کہے اسے معاف ہو سکیگا۔ پر جو روح قدس کے حق میں برا کہے اسے ہرگز معاف نہ ہوگا" دیکھو متی باب ۱۲ ایت ۳۱ و ۳۲ و ۳۳ کیوں مسیحی صاحبان آپ کی انجیل شریف نے تو اس مسئلہ کو بالکل صاف کر دیا۔ یہاں تو کفارہ کا کوئی ذکر نہیں پھر آپ کیا فرماتے ہیں؟

پھر دیکھو انجیل میں لکھا ہے "اس لیے کہ اگر تم آدمیوں کے گناہ بخشوگے۔ تو تمہارا باپ بھی تمہارے گناہ بخشیگا" متی باب ۶ آیت ۱۴ و ۱۵۔ یہاں تو کفارہ کے عقیدہ پر اور بھی فصاحت سے روشنی ڈالی گئی ہے۔ کیونکہ یہ بتایا گیا ہے کہ گناہ کے معاف کرانے کے لیے یہ ضروری

نہین کہ کفارہ پر ایمان لاؤ - بلکہ اپنے بھائیون کے گناہون کو معاف کرنے سے بھی تمہارے گناہ معاف ہو سکتے ہیں -

اب ہم دو باتون کا فیصلہ کر چکے ہیں یعنی یہ کہ کوئی ضروری نہیں ہو کہ ہر ایک انسان گناہ کرے - اور یہ کہ خدا تعالےٰ قصور یا گناہ معاف کر سکتا ہے - اس سے اس کے انصاف میں کوئی فرق نہیں آسکتا - باقی رہی یہ بات کہ ہم مسیح کو خدا کا بیٹا کہیں - اور پھر یہ تسلیم کرین کہ اسی کے ذریعہ گناہ بخشے جاتے ہیں سو سب سے پہلے یسوع مسیح کے خدا کا بیٹا ہونیکے متعلق کچھ عرض کیا جاتا ہے +

یسوع ابن اللہ - اگرچہ بارہا یہ بات ثابت کی گئی ہے کہ یسوع خدا کا بیٹا نہ تھا - پر چونکہ اس مضمون کے ساتھ یہ امر وابستہ ہے - اس لیے مختصر طور پر یہان کچھ لکھنا بھی ضروری ہے - انجیل میں لکھا ہے "تب یسوع نے اسے کہا اے شیطان دور ہو - کیونکہ لکھا ہے - کہ تو خداوند اپنے خدا کو سجدہ کر اور اس اکیلے کی بندگی کر" متی باب ۴ آیت ۱۰ -

اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے - کہ خدا ایک ہی ہے - اس کا کوئی شریک نہیں ہے اگر اس کا کوئی بیٹا ہوتا - تو ضرور اس آیت میں شامل کر لیا جاتا - اور اس اکیلے کے نام سے یاد نہ کیا جاتا - غرض تثلیث کا عقیدہ اس آیت کے بالکل خلاف ہے -

باقی رہی یہ بات کہ یسوع کو خدا کا بیٹا کیون کہتے ہتے - سو اس کے لیے متی باب ۵ کی آیت ۹ ملاحظہ ہو - وہان لکھا ہے - "مبارک وے جو صلح کرنیوالے ہیں - کیونکہ وے خدا کے فرزند کہلاوینگے" اس صورت میں ہر ایک جو صلح کرائے خدا کا فرزند کہلاتا ہے - انہی معنون میں یسوع

کو خدا کا فرزند کہا گیا ہے۔ پس مسیحی صاحبان نے خدا تعالےٰ کے کلام کے مفہوم کو نہ سمجھا۔ بلکہ اس کے ظاہری معنے سمجھ بیٹھے۔ حالانکہ انجیل میں کئی جگہ لکھا ہے کہ نیک لوگ خدا کے فرزند کہلاتے ہیں۔

جب ہم یسوع مسیح کی طرف نظر ڈالتے ہیں۔ تو وہ ہمیں اس آیت کے مطابق بھی خدا کا فرزند معلوم نہیں ہوتا۔ کیونکہ انجیل کہتی ہے اور دیکھو ایک نے آکے اس سے کہا۔ اے نیک استاد میں کونسا نیک کام کروں کہ ہمیشہ کی زندگی پاؤں اس نے اسے کہا تو کیوں مجھے نیک کہتا ہے ؟ متی باب ۱۹ آیت ۱۶ و ۱۷۔ کیوں مسیحی صاحبان آپ کیا فرماتے ہیں۔ یسوع تو اپنے آپ کو نیک ہونا بھی ظاہر نہیں کرتا۔ آپ اس کو کس طرح خدا کا بیٹا کہتے ہیں ؟

ایک اور آیت میں پیش کرنی چاہتا ہوں۔ جو صاف طور پر فیصلہ کر دیتی ہے کہ موجودہ مسیحیوں کا یسوع سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ کیونکہ مسیحی لوگ ہر طرف خداوند خداوند کا نعرہ بلند کرتے پھرتے ہیں۔ مگر ان کو اس دن پتہ لگیگا۔ جب وہ یسوع مسیح سے اجر چاہینگے۔ تو وہ صاف کہیگا تمہارا میرے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے مجھ سے دور ہو جاؤ۔ اصل الفاظ انجیل کے یہ ہیں۔ وہ اس دن بہتیرے مجھے کہینگے اے خداوند اے خداوند کیا ہم نے تیرے نام سے نبوت نہیں کی اور تیرے نام سے دیوؤں کو نہیں نکالا۔ اور تیرے نام سے بہت سی کرامات ظاہر نہیں کیں۔ اور اس وقت میں ان سے صاف کہونگا۔ کہ میں کبھی تم سے واقف نہ تھا۔ اے بدکارو میرے پاس سے دور ہو متی باب ۷ آیت ۲۱ و ۲۳۔ پادری صاحبان کے لیے یہ سرٹیفکیٹ بہت عمدہ ہے لے

پادری صاحبان سچ سچ بتاویں - کہ کیا اب بھی آپ یسوع کو خداوند اور خدا کا بیٹا کہینگے -

پھر دیکھو اگر وہ واقعی خدا کا بیٹا تھا - اور وہ فدیہ بننے کے لیے ہی آیا تھا - تو موت سے کیوں ڈرتا ہے - دیکھو انجیل مین لکھا ہے -

۳۹اور دعا مانگتے ہوئے کہا - کہ اے میرے باپ اگر ہو سکے تو یہ پیالہ مجھ سے ٹلجائے (متی باب ۲۶ آیت ۳۹) یہان یہ کمزور طور پر دعا کی گیی ہے - بلکہ آگے چلکر کہتا ہے - اے خدا تو ایسا چاہے تو کر دے - ورنہ میری خواہش نہیں ہے - یہ اس لیے کہتا ہے - کہ ابھی یسوع کو اپنی موت کا یقین نہیں ہے اور جب موت کا یقین آیا ہے - تو ا یسوع نے بڑے شور سے چلا کر کہا - ایلی ایلی لما سبقتانی - یعنی اے میرے خدا اے میرے خدا تو نے مجھے کیوں چھوڑا دیا " متی باب ۲۷ آیت ۴۶ - اگر خدا کا بیٹا ہوتا - تو اس طرح دشمن کے ہاتھ مین نہ چھوڑا جاتا - کہ وہ اس کی اس طرح ہتک کرین - یا اگر وہ خدا کا بیٹا تھا - اور وہ جانتا تھا - کہ اس کے ساتھ ایسا ہی ہوگا - کیونکہ وہ اسی غرض کے لیے آیا تھا - تو اس طرح شور و غل نہ کرتا فاعتبروا یا اولی الالباب -

مین اب یسوع مسیح کے خدا کا بیٹا ہونیکو یہان تک ہی چھوڑتا ہون - اگر خدا تعالے نے توفیق دی - تو پھر کبھی کچھ عرض کرون گا وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم - ناظرین نتیجہ خود نکال لین - کہ جب یسوع خدا کا بیٹا ہی نہیں تو کفارہ کس طرح ہو سکتا ہے - کیونکہ جب آدم کا ایک بیٹا یا انسان اپنے گناہ نہیں اٹھا سکتا - تو وہ تمام جہان کے گناہ کس طرح اٹھا سکتا ہے +

اب ہم مجموعی طور پر کفارہ کی تردید میں کچھ دلایل لکھنا چاہتے ہیں سب سے پہلے ہم مسیحی صاحبان سے دریافت کرنا چاہتے ہیں۔ کہ جو لوگ یسوع سے پہلے دنیا میں آ رہے تھے۔ ان کے لیے نجات کی کیا صورت تھی۔ کیا اس وقت بھی کفارہ تھا۔ یا مسیح کے کفارہ میں گناہ پیشگی بخشدیے جاتے تھے۔

۲ - پھر مسیحی صاحبان سے یہ دریافت کرنا چاہئیے۔ کہ کفارہ پر ایمان لانے سے کیا صرف وہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ جو انسان نے ایمان لانے سے پہلے کیے ہوتے۔ یا ہمیشہ کے لیے معافی کا سرٹیفکیٹ مل جاتا ہے۔

۳ - ناظرین کو معلوم ہوگا۔ کہ ہم نے بقول مسیحی صاحبان کے گناہ کو آدم کا ورثہ ثابت کرنے کے لیے یہ بتایا تھا۔ کہ انسان محنت سے روزی کما کر کھاتا ہے۔ یہ سزا ہے جو آدم علیہ السلام کو گناہ کے عوض میں دیگئی تھی۔ اور جب یہ سزا ہر ایک انسان برداشت کرتا ہے۔ تو لازمی ہے کہ اس نے گناہ کیے ہوں۔ اب ہم مسیحی صاحبان سے دریافت کرتے ہیں کہ کیا مسیح کے کفارہ پر ایمان لانے کے بعد آپ لوگ مفت کی روٹی کھاتے ہیں۔ یا محنت سے۔ اگر محنت سے تو پھر ہم میں آپ میں کیا فرق ہے۔

۴ - اسی طرح ہم مسیحی صاحبان سے دریافت کرتے ہیں۔ کہ ماں کے گھر میں بچہ کی پیدائش کی کوئی تکلیف تو نہیں ہوتی اگر ہوتی ہے۔ تو معلوم ہوا کہ کفارہ کا ان کو کوئی فائدہ نہیں ہے +

۵ مسیحی صاحبان یہ بات پیش کرتے ہیں۔ کہ گناہ معاف کرنے سے خدا تعالے کے انصاف میں فرق آتا ہے۔ مگر جہان انجیل میں یہ

بتایا گیا ہے۔ کہ وہ اپنا فضل بندون پر یکسان کرتا ہے یا کم وبیش وہان انصاف ذرہ بھی نظر نہیں آتا۔ کیا مسیحی صاحبان نے غور نہیں کیا۔ اگر نہیں کیا تو ہم توجہ دلاتے ہیں۔ انجیل مین لکھا ہے۔

"کیونکہ آسمانی بادشاہت اس صاحب خانہ کی مانند ہے۔ جو تڑکے باہر نکلا تاکہ اپنے انگورستان میں مزدور لگا دے۔ اور اس نے مزدورون کا ایک ایک دینار روزینہ مقرر کر کے انہیں اپنے انگورستان میں بھیجا۔ اور اس نے پہر دن چڑھے باہر جا کے اورون کو بازار میں بیکار کھڑے دیکھا۔ اور ان نے سے کہا۔ تم بھی انگورستان میں جاؤ۔ اور جو کچھ واجبی ہے تمہیں دون گا۔ سو وے گئے۔ پھر اس نے دوپہر اور تیسرے پہر کو باہر جا کر ویسا ہی کیا۔ ایک گھنٹہ دن رہے پھر باہر جا کر اورون کو بیکار کھڑے دیکھا۔ اور ان سے کہا تم کیون یہان تمام دن بیکار کھڑے رہتے ہو۔ انہون نے اس سے کہا۔ اس لیے کہ کسی نے ہمکو مزدوری پر نہیں رکھا۔ اس نے انہیں کہا۔ تم بھی انگورستان میں جاؤ۔ اور جو کچھ واجبی ہے۔ سو پاؤ گے جب شام ہوئی۔ انگورستان کے مالک نے اپنے کارندہ سے کہا۔ مزدورون کو بلا۔ اور پچھلون سے لیکے پہلون تک ان کی مزدوری دے جب وے جنہون نے گھنٹے بھر کام کیا تھا۔ آئے ایک ایک دینار پایا جب اگلے آئے انہیں یہ گمان تھا کہ ہم زیادہ پاوینگے۔ پر انہون نے بھی ایک ایک دینار پایا جب انہون نے یہ پایا تو گھر کے مالک پر کڑکڑا کے کہا۔ ان پچھلون نے ایک ہی گھنٹہ کا کام کیا اور تو نے انہیں ہمارے برابر کر دیا جنہون نے تمام دن کی محنت اور دھوپ سہی۔ اس نے ان میں سے ایک کو جواب میں کہا اے میان میں تیری بے انصافی نہیں کرتا۔ کیا تو نے ایک دینار پر

مجھ سے اقرار نہیں کیا۔ تو اپنا لے اور چلا جا۔ پر میں جتنا تجھے دیتا ہوں پچھلے کو بھی دونگا۔ کیا مجھے روا نہیں کہ اپنے مال سے جو چاہوں سو کروں
متی باب ۲۰ آیت ۱۔ ۱۵

کیوں مسیحی صاحبان آپ اسی انصاف پر فخر کرتے ہیں۔ جائے غور ہے یہاں تو انصاف میں کچھ ہرج نہیں ہے اور وہاں انصاف رہتا ہی نہیں خدا تعالے جو چاہے کرے کیونکہ یہ اس کا اختیار ہے جسے چاہے بخشدے اور جسے چاہے سزا دے۔ مندرجہ بالا آیتوں کے آخری حصے سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے۔ ذرا عقلمند انسان کی ضرورت ہے +

۶ ۔ جیسا کہ ہم اوپر بتا آئے ہیں۔ خدا تعالے جسے چاہے بخشدے۔ اس کا ثبوت بھی ہم انجیل سے پیش کر چکے ہیں۔ جہان لکھا ہے روح کے گناہ کے سوا سب گناہ معاف ہو سکتے ہیں۔ پھر اس صورت میں کفارہ کی کیا ضرورت ہے +

۷ ۔ یہ مشہور مقولہ ہے۔ لا تزر وازرۃ وزر اخری (کوئی بوجھ اٹھانیوالا۔ دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھا سکتا) تو یسوع جو معمولی انسان تھا کس طرح دوسروں کے گناہوں کو اٹھا سکتا ہے۔ اگر ایک گھوڑے کے پیچھے ایک گاڑی لگا دی جائے جس میں سو من بوجھ لدا ہوا ہو۔ تو کیا وہ کھینچ لیگا ہرگز نہیں۔ ہاں چار پانچ گھوڑے بخوبی کھینچ سکتے ہیں۔

۸ ۔ میں نے ایک دفعہ ایک مسیحی پادری صاحب پر یہی اعتراض کیا تھا۔ تو اس نے مجھے جواب میں کہا تھا۔ کہ کیا یہ جائز نہیں ہے۔ کہ کسی ملزم کا جرمانہ ہم ادا کریں۔ اسی طرح اگر خدا کے بیٹے نے اپنے آپ

کو مخلوق کے گناہون کے جرمانہ میں پیش کیا۔ تو کیا برائی ہے۔ میں نے اس سے کہا تھا۔ کہ آپ سچ فرماتے ہیں۔ مگر اول تو یسوع صاحب خدا کے بیٹے ہی نہیں ہماری طرح کے آدمی ہیں وہ کس طرح گناہون کو اٹھا سکتے ہیں۔ اس کی مثال تو یہ ہوگی۔ کہ ایک انسان کے پاس کھانے کو روٹی تک نہیں ہے۔ باین ہمہ وہ لوگون کو کہتا ہے۔ کہ دنیا میں جتنے لوگون پر جرمانے ہونگے ہیں ادا کرون گا۔ جب یسوع بشر ہے وہ اپنے گناہ نہیں اٹھا سکتا۔ تو دوسرون کے گناہ کس طرح اٹھا سکیگا +

۹۔ خدا تعالےٰ کو کیا ضرورت تھی۔ کہ وہ اپنے بیٹے کو بھیج کر اسطرح اس کی ہتک کرواتا۔ جب کہ وہ گناہ بخش سکتا ہے کیونکہ وہ ہمیں انجیل میں کہتا ہے کہ تم اپنے بھائیون کے گناہ بخشدو۔ جب ہم بخش سکتے ہیں۔ وہ تو ضرور بخش سکتا ہوگا +

۱۰۔ مسیح صولی پر مارا نہیں گیا۔ بلکہ زندہ اتار لیا گیا۔ اس کے دلایل کو میں مضمون کی طوالت کی وجہ سے چھوڑ دیتا ہون۔ ہان جس کو ضرورت ہے۔ وہ کتاب "مسیح ہندوستان میں" مصنفہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام۔ دیکھ لے + تو جب اس کا مرنا ہی ثابت نہیں ہے۔ تو پھر اس کا تین دن دوزخ میں رہنا اور پھر گناہون کا کفارہ ہو جانا سب بیہودہ عقیدہ بن جاتا ہے۔

بالاخر ہم اپنے مضمون کو ختم کرتے ہوئے مسیحی صاحبان کو جو کھداوند (خداوند) کھداوند (خداوند) یسوع مسیح کا نعرہ بلند کرتے پھرتے ہیں یہ بتا دیتے ہیں۔ کہ ان کو یسوع سے کوئی تعلق نہیں ہے کیونکہ وہ قیامت کے دن آپ سے صاف کہدیگا۔ میں تم سے

کبھی واقف نہ تھا۔ اے بدکارو میرے پاس سے دور رہو۔ مسلمانوں پر خدا تعالٰے کے بڑے بڑے فضل ہیں۔ کہ ان کو اللہ تعالٰے نے ایسے ناپاک عقیدوں سے محفوظ رکھا ہے اس لئے مسیحی صاحبان کا فرض ہے۔ کہ اگر وہ نجات پانا چاہتے ہیں۔ تو وہ اسلام کے پیرو ہو جاویں۔ کیونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے متعلق آپ کے یسوع مسیح نے بھی پیشگوئیاں کی ہیں۔ اگر خدا تعالٰے نے چاہا تو پھر کسی وقت میں ان کو بیان کروں گا۔ اسلام کا کوئی اصول ایسا نہیں ہے۔ جس کی بنا پر اس کا پیرو خدا تعالٰے کے حضور میں شرمندہ ہو سکے۔ اور اسلام پر ایسا کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا۔ جو خود اعتراض کرنے والے کے مذہب پر نہ پڑتا ہو اسلام سے زیادہ مستحکم اور پاک مذہب دنیا میں کبھی نہیں مل سکتا۔ بلکہ اگر ہم کوشش کریں۔ کہ اس جیسا بھی کوئی مذہب مل جاوے۔ تو بھی ہمیں ناکامیابی کا منہ دیکھنا پڑے گا۔ الحمد للہ الذی ھدانا لھذا و ما کنا لنھتدی لولا ان ھدانا اللہ۔ لقد جاءت رسل ربنا بالحق

عبدالرحیم (اسسٹنٹ ایڈیٹر)

ویدون کی تعداد

غالبًا ہمارے ناظرین شیخ عبد الرحمٰن صاحب نو مسلم سابق لاہوری سے واقف ہونگے۔ آپ کی طرف سے قبل ازین اسی سال کے نمبر ۳ میں ایک نوٹ بجواب مضمون آریہ مسافر جالندھر کیا بجاوت اسلام کا خمیر ہے،، شایع ہوا تھا۔ اب آپ ایک مختصر سے نوٹ میں یہ بتانا چاہتے ہیں۔ کہ پنڈت دیانند صاحب صرف تین ویدون کے قایل تھے۔ یہ مختصر سا مضمون بعینہ ہدیہ ناظرین کیا جاتا ہے۔

”اسسٹنٹ ایڈیٹر“

ویدون کی تعداد میں ہمیشہ سے یہ بحث چلی آتی ہے۔ کہ آیا ان کی تعداد تین ہے یا چار۔ مگر ہم ناظرین کی دلچسپی کے لیے یہان پر ستیھارتھ پرکاش (مطبوعہ مطبع کشن چند کمپنی لاہور سمت ۱۹۵۴ بکرمی کے تیسرے باب صفحہ ۵۶ سطر ۱۴ سے لیکر صفحہ ۵۷ کی سطر تین تک) سے کچھ عبارت اقتباس کر کے درج کرتے ہیں جس سے بخوبی واضح ہو جاویگا۔ سوامی دیانند صاحب بھی چارون ویدون کے قائل نہ تھے بلکہ صرف تین ہی کے تھے اور وہ عبارت یہ ہے۔

”بعد ازان پانچوین یا آٹھوین برس سے لڑکے۔ لڑکون کی درسگاہ

ہیں اور لڑکیاں لڑکیوں کی درسگاہ میں جاویں اور مندرجہ ذیل قاعدہ کے مطابق تعلیم پانا شروع کریں۔

آٹھ برس کی عمر کا ہو کر ایک ایک وید مع انگ۔ اُپانگ ہیں بارہ بارہ برس لگا کر (۳×۱۲) ۳۶۔ برس یعنی ۴۴ برس کی عمر تک برہم چرج کرے یا اٹھارہ برس کی تعلیم اور ۲۶ برس کی عمر تک یا نو برس یا جب تک علم کامل طور پر حاصل نہ کرے تب تک برہم چرج رکھے۔

اب اس مندرجہ بالا عبارت سے صاف پتہ لگتا ہے کہ سوامی دیانند کا ایمان تین ہی ویدوں پر تھا کیونکہ انہوں نے ویدوں کے پڑھنے کی ابتدا کو ۸ برس کی عمر میں رکھا ہے اور پھر ہر ایک وید کے لئے بارہ بارہ برس صرف کرنے کے لیے حکم فرمایا ہے اور برہم چرج کی میعاد بھی ۴۴ برس کی عمر تک قرار دی ہے جس سے صاف پتہ لگتا ہے کہ جبکہ ہر وید کے پڑھنے میں بارہ برس خرچ کرتے ہیں اور آٹھ برس کی عمر میں پڑھنا شروع کرکے ۴۴ برس کی عمر تک تعلیم کو ختم کر دیتا ہے۔ تو پھر درمیانی عرصہ کل ۳۶ سال ہی بنتے ہیں۔ جو کہ بارہ سال فی وید کے حساب سے تین ہی ویدوں پر خرچ ہو سکتے ہیں۔ ہماری تشریح کی ضرورت نہیں۔ بلکہ خود سوامی صاحب نے ۱۲ کو ۳ سے ضرب دیکر اچھی طرح سے واضح کر دیا ہے کہ تین ہی ویدوں کا پڑھنا ضروری ہے۔ شاید کوئی جوشیلا آریہ یہاں جوش میں آکر یہ جواب دے کہ ستیارتھ پرکاش میں اور کئی جگہ پر ویدوں کی تعداد کو چار بتایا ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ اگر ہم اس کو مان بھی لیں کہ وید چار ہی ہیں۔ تو پھر کم از کم اتنی بات تو سوامی جی کی اس عبارت سے ضرور نکل آتی ہے کہ سوامی صاحب چاروں ویدوں کے پڑھنے

کو ضروری نہیں قرار دیتے ضروری قرار دینا تو کیا بلکہ چوتھے ویدوں کا پڑھنا ہی لغو یقین کرتے ہیں اگر وہ اس کو لغو یقین نہ کرتے تو پھر کم از کم اس کے پڑھنے کی طرف اشارہ ہی کر دیتے یعنی کم از کم اتنا ہی لکھ دیتے کہ تین ویدون کو پڑھکر اگر دل چاہے تو چوتھا بھی پڑھ لینا - مگر انہون نے تو اتنا بھی نہیں کیا - جس سے صاف پتہ لگتا ہے کہ ان کو چوتھے وید پر بالکل ایمان نہ تھا - گو انہون نے قوم کے ڈر سے یا شاید اس خوف سے کہ مباد الوگ مجھ پر بداعتقاد نہ ہو جاوین - اپنی کتاب میں بعض جگہ ویدون کی تعداد کو چار ہی بتایا ہے - مگر جہان کہیں اشارہ کیا ہے وہان وہ تین کے ہی قائل نظر آتے ہیں جیسا کہ اسی ستیارتھ پرکاش کے باب چھٹے صفحہ ۱۸۱ سطر ۱۹ میں جہان انہونے حکومت کے متعلق ضروری باتون کا ذکر کیا ہے - ایسے کھلے کھلے الفاظ میں ویدون کے تین ہونے کا اقرار کیا ہے جس سے کسی دانشمند کو انکار نہیں ہو سکتا - آپ فرماتے ہیں "اور جس سبھا (انجمن) میں رگوید[۱] - یجروید[۲] - سام وید[۳] کے جاننے والے تین سبھاسد (ممبر) ہو کر آئین باندھیں اس سبھا کی آئین کو کوئی نہ توڑے" کیا ایسی کھلی کھلی عبارت کے ہوتے ہوئے بھی کوئی آریہ اس بات سے انکار کر سکتا ہے - کہ سوامی صاحب چوتھے وید یعنی اتھروید کو ہرگز اس قابل نہ سمجھتے تھے - کہ اس کو پڑھا جاوے اور اس پر عمل درآمد کیا جاوے - ہان وہ آدمی جس کو بے جا تعصب نے اندھا کر رکھا ہو یہان بھی کہہ سکتا ہے کہ ممکن ہے کہ اتھروید میں سلطنت کے متعلق احکام کا ذکر نہ ہو - اس واسطے ایسے آدمی کے لیے جو شاہی سبھا کا ممبر ہو - کوئی ضرورت نہیں کہ وہ اتھروید بھی پڑھا ہوا ہو - اور اسی لیے

سوامی صاحب نے ایسے آدمی کے لیے اس وید کے عالم ہونیکی قید نہیں لگائی۔

یاد رہے کہ جب ہم اس عبارت کو اس عبارت کے ساتھ ملاکر دیکھتے ہیں جس میں سوامی صاحب نے حصول تعلیم کے طریق بتائے ہیں اور جس کو ہم پہلے درج بھی کر آئے ہیں کہ ہر ایک وید کے پڑھنے میں بارہ برس صرف کر کے کل ۳۶ برس تک تعلیم پورا کر دو۔ پھر اس تاویل کو کوئی عقلمند بجز سوائے بیہودہ اور لغو اور لچر کہنے کے اور کوئی وقعت نہیں دے سکتا۔

دوسرے اگر ہم فرض کے طور پر مان بھی لیں کہ اتھر وید کے عالم ہونیکی قید اسواسطے نہیں لگائی کہ اس میں ملکی امور کے متعلق کوئی ہدایات نہیں تو پھر ہم یہ پوچھتے ہیں۔کہ وہ آدمی جو اس شاہی سبھا کے ممبر ہونگے کیا ان کے لیے ضروری نہیں کہ وہ نجات حاصل کرنیکی کوشش کریں کیونکہ تمہارے اعتقاد کے مطابق انسان نجات نہیں پا سکتا۔ جب تک کہ وہ تمام ویدوں کا علم پوری طرح سے حاصل نہ کرے۔

ہمیں حیرانی ہوتی ہے کہ ادھر تو آریہ خود اپنے اعتقاد کے مطابق ہر ایک کے لیے چاروں ویدوں کا عالم ہونا ضروری قرار دیتے ہیں۔اور بغیر اس کے نجات محال قرار دیتے ہیں اور ادھر ایسے آدمیوں کے لیے (یعنی شاہی سبھا کے ممبروں کے لیے) جن کے لیے چاروں سے آگاہ ہونا ضروری ہے۔صرف تین ہی ویدوں کے عالم ہونیکی شرط لگاتے ہیں۔۔ "این اختلاف چہ معنی دارد"

ہم نے اپنے مضمون کو اس شخص کی کتاب سے ثابت

کیا ہے جس کی نسبت تمام آریہ تسلیم کرتے ہیں کہ ویدوں کی سچی معرفت اور سچا گیان اس زمانہ میں اسی کو حاصل تھا۔ اور بس

اور یہ اگر کسی شخص نے اس زمانے میں ویدوں کی سچی تحقیق و تدقیق کی ہے تو ایک شخص تھا اب ایسے محقق آدمی کا خیال جو وہ ویدوں کی نسبت رکھتا تھا۔ ہم نے آپ لوگوں کے آگے رکھ دیا ہے آپ خود فیصلہ کر سکتے ہیں اب اس کے بعد بھی اگر کوئی آریہ یہ دعوے کرے کہ وید چار ہیں تو اس کی بات بالکل ردی میں پھینک دینے کے لایق ہے اور ہرگز اس قابل نہیں کہ اس کی طرف التفات بھی کیا جاوے والسلام +

(خاکسار شیخ عبدالرحمٰن از قادیان)

ضروری عرض

گزشتہ سے پیوستہ رسالہ میں یہ عرض کی گئی تھی۔ کہ چونکہ سال عنقریب ختم ہونیوالا ہے۔ اور روپے کی سخت ضرورت ہے۔ اس لئے آئندہ پرچہ وی پی ہوگا۔ اور پھر بذریعہ کارڈ کے خریدار صاحبان کی خدمت میں اطلاع دی گئی تھی۔ اور وی پی کے لئے بھی لکھا گیا تھا۔ چنانچہ گذشتہ پرچہ بقایا داران کے نام وی پی بھیجا گیا۔ مگر بہت سے دوستوں نے بلا وجہ وی پی واپس کر دئے ہیں کاش کہ وہ پہلے اطلاع دیدیا کریں۔ کہ وی پی وصول نہیں کیا جا سکتا۔ اور اس کی وجہ بھی بتا دیا کریں۔ تاکہ دفتر کا نقصان نہ ہوا کرے۔ جن لوگوں کو وی پی نہیں گئے اور اُن کی طرف بقایا ہے ان کی طرف آئندہ پرچہ وی پی ہوگا (مینجر)

ایک استفسار اور اسکا جواب

سید عبدالعلیم صاحب احمدی مدرس مدرسہ بہونگیر ضلع حیدرآباد دکن نے ایک استفسار جواب کے لیے حضرت خلیفۃ المسیح کے پاس بھیجا تھا۔ حضرت خلیفۃ المسیح نے یہ استفسار جواب کے لیے خانصاحب اکبر شاہ خانصاحب نجیب آبادی کے سپرد کیا جن سے ہمارے ناظرین ناواقف نہیں ہیں۔ کیونکہ آپ کے مضامین پہلے اس رسالہ میں چھپتے رہے ہیں۔ خانصاحب مذکور نے جواب لکھکر حضرت خلیفۃ المسیح کیخدمت میں پیش کیا۔ جس سے حضور بہت خوش ہوئے۔ ہم فائدہ عام کے لیے اس استفسار کو بمعہ جواب ذیل میں درج کرتے ہیں۔ (اسسٹنٹ ایڈیٹر)

استفسار

اکثر علماء کوٹ پتلون پہننے کو ناجائز تبلاتے ہیں۔ اور دلیل میں من تشبہ بقوم فھو منھم پیش کرتے ہیں۔ اس لیے التماس ہے۔ کہ کوٹ پتلون ملاکر یا صرف کوٹ یا صرف پتلون پہننا جائز ہے یا ناجائز۔ اور من تشبہ بقوم فھو منھم کا کیا مطلب ہے +

جواب +

انسان کو خداتعالے نے دو قسم کے قوا عطا کیے ہیں۔ ایک وہ جن میں ان کا دست تصرف و دخل ہے۔ جیسے ہاتھ پاؤں کا ہلانا کہ اسی کے

تصرف کے ماتحت ہے۔ چاہے تو ہاتھ میں تلوار لیکر میدان میں جائے اور چاہے تلوار ہاتھ سے پھینک کر گھر میں بیٹھ رہے۔ دوسرے۔ وہ جو اس کے تصرف کی حدود سے باہر ہیں جیسے صندل کی خوشبو کو ہینگ کی بدبو محسوس کرنا۔ یا مئی جون کے آفتاب کی تمازت کو برف کی برودت سمجھنا۔ انسان کے قابو کی بات نہیں۔ اس کے لیے سب سے بہتر مثال زبان ہے۔ زبان کے دو کام ہیں۔ ایک بات چیت کرنا دوسرے چیزوں کا ذایقہ معلوم کرنا۔ پہلا کام انسان کے دخل و تصرف کے ماتحت ہے۔ جس کو چاہے گالیاں دے اور جس کی چاہے مدح و ثنا کرے۔ دوسرا کام انسان کے تصرف سے باہر ہے۔ یہ ممکن ہی نہیں کہ زبان پر مصری کی ڈلی رکھیں اور ہمارے کہنے سے زبان اس سے نمک کا مزا محسوس کرے یا کونین زبان پر رکھی جائے اور ہماری خواہش سے زبان کو اس سے شہد کا مزا حاصل ہو۔ مدعا اس تمہید سے یہ ہے کہ شریعتیں ہمیشہ انہیں قوی پر حکومتیں کرتی ہیں۔ جو انسان کے تحت و تصرف میں ہیں۔ لا یکلف اللہ نفسا الا وسعھا + پھر ان پہلی قسم کے قوانین بھی چند حصص اور مدارج ہوتے ہیں۔ شریعت کے قوانین اور احکامات زیادہ تر انہیں باتوں اور انہیں کاموں کے متعلق ہوتے ہیں جن کا تعلق تہذیب نفس تعظیم الٰہی شفقت علی خلق اللہ سے ہو جس کا لازمی نتیجہ راحت روحانی ہے جہاں اور جس قدر افعال و قویٰ سے تعظیم الٰہی اور شفقت علی خلق اللہ کا تعلق۔ کم اور ہلکا ہوتا ہے اور اسی قدر شریعت کی حکومت بھی ہلکی ہوتی جاتی ہے۔ شریعت کی حکومت کے ان مدارج ہی کا نام فرض۔ واجب سنت۔ مستحب وغیرہ ہے۔ یہ بات کہ احکام شریعت اور راحت

روحانی وجاودانی کے حصول کی راہیں اور اس کے ضروری یا غیر ضروری ہونے کے متعلق صحیح واقفیت تنہا حواس ظاہری اور عقل انسانی سے نہیں ہو سکتی۔ ایک مستقل اور دلچسپ مضمون ہے جس کی تفصیل کی نہ یہاں گنجائش ہے نہ ضرورت۔ لباس کا معاملہ انہیں باتوں سے ہے جن پر شریعت نے کچھ بہت زیادہ زور نہیں دیا۔ کیا معنے توحید ورسالت عبادت۔ اخلاق فاضلہ اور دعا وغیرہ ایمانیات جیسی مہتم بالشان چیزوں کے ہم رتبہ نہیں ہے جب کسی قوم کی پستی اور تنزل کے ایام آجاتے ہیں تو اس کے افراد ضروری کاموں کو غیر ضروری اور غیر ضروری کو ضروری ٹھہرا لیتے ہیں۔ آج کل بدقسمتی سے مسلمانوں میں بھی یہ وبا پھیلی ہوئی ہے کہ ان کی ہمتیں زیادہ تر ادنیٰ باتوں میں صرف ہوتی ہے۔ اور اہم ترین باتوں کی طرف سے بالکل بے توجہ نظر آتے ہیں۔ کوئی شخص پانچوں وقت کی نماز پڑھتا ہو۔ رمضان کے روزے رکھتا ہو۔ زکوٰۃ دیتا ہو۔ زنا۔ چوری شراب خوری وغیرہ سے محترز رہتا ہو لیکن کوٹ پتلون پہنتا۔ اور میز کرسی پر کھانا کھاتا ہو۔ تو اس کو کافر اور کشتنی وگردن زدنی ٹھہرا دیا جاتا ہے۔ اور بڑے بڑے فساد برپا ہو جاتے ہیں۔ لیکن دوسری طرف ایسے دوستوں اور رشتداروں کو جو نماز نہیں پڑھتے۔ رشوتیں لیتے ہیں۔ کبائر کے مرتکب ہوتے ہیں۔ ذرا بھی ملامت نہیں کی جاتی۔ اور نہایت محبت وخلوص کا برتاؤ برتا جاتا ہے۔ مذکورہ بالا بیان سے یہ ہرگز نہ سمجھنا چاہیے کہ لباس کے متعلق تحقیق وتفتیش کرنیوالے کو بُرا سمجھا گیا ہے۔ نہیں بلکہ ایک مناسب اور ضروری بات کی طرف توجہ دلانا مقصود تھا۔ بس سنیے لباس۔ چار قسم کے ہوتے ہیں۔ اول لباس تقویٰ۔ یہ سب سے

بہتر لباس ہے جیسا کہ خدا تعالےٰ فرماتا ہے - ولباس التقویٰ ذالک خیر - یعنی جس لباس میں پرہیزگاری قایم رہے اور سردی و گرمی سے آدمی بچ سکے وہ لباس سب سے بہتر ہے یا وہ لباس مراد ہے - جو متقی لوگ قیامت کے دن پہنیں گے - یا یہ کہ اللہ تعالےٰ سے ڈر کر انسان اپنا ستر چھپائے یا لباس تقویٰ سے مراد ایمان اور عمل صالح اور خدا تعالےٰ سے ڈرنا ہے ؎

اذا انت لم تلبس ثیابا من التقی و عریت وان و اری القمیص قمیص

۲ - وہ لباس جس سے جسم کی حفاظت مقصود ہو جیسے ترکستان اور سائبیریا کے رہنے والوں کے لیے سمور و پوستین ہمارے یہاں بارش میں برساتی - چھتریاں - جاڑوں کے موسم میں کشمیرے اور روئی کے کپڑے ضروری ہیں یا میدان جنگ میں زرہ اور ہتھیار وغیرہ - قرآن شریف میں ایسے لباس کی نسبت فرمایا ہے تقیکم الحر وسرابیل تقیکم باسکم کا اطلاق ہر قسم کی تکلیف مضرت اور بلائی پر ہوتا ہے - اس میں جاڑا گرمی - بیماری - لڑائی - وغیرہ سب شامل ہیں +

۳ - وہ لباس جس سے مقصود سترگاہ کا ڈھانکنا ہو - کما قال تعالیٰ لباسا یواری سواتکم - مثلاً پاجامہ - تہ بند - کرتا - پگڑی ٹوپی وغیرہ -

۴ - وہ لباس جس سے مقصود زیب و زینت ہو - چنانچہ فرمایا - لباسا یواری سواتکم وریشا - مثلاً ٹوپی - کلاہ - لنگیاں - بچوے کوٹ - صدریاں وغیرہ +

ان چارون قسم کے لباسون کی کوئی کتربیونت ہماری شریعت نے بیان نہیں کی ملکون کے اختلاف - آب وہوا - اور مدارج فقر غنا - سردی - گرمی - بہار - برسات سے لباسون کی تبدیلی کرنی ہوتی ہے - کہانے پینے کے متعلق شریعت نے چند چیزون کے خاص طور پر نام لیکر بتادیا کہ یہ چیزین نہ کہاؤ - یہ بہی بتادیا - کہ فلان فلان - اقسام کی چیزین نہ کہاؤ - باقی تمام طیبہ چیزین کہاؤ - اسی طرح لباس کے متعلق حکم دیا - کہ مرد اپنے لباس مین سونے اور ریشم کا استعمال ہرگز نہ کرین عورتین مردون کا سا لباس نہ پہنین - مرد اپنے لباس میں عورتون سے مشابہت نہ کرین یعنی عورتون اور مردون کے لباس میں مابہ الامتیاز ضرور ہو جس طرح کہانے پینے کے متعلق یہ نہین بتایا - کہ پلاؤ مین گہی اس قدر ڈالا کرو اور کوفتے اس قسم کے بنایا کرو اسی طرح یہ بہی نہیں بتایا - کہ کرتے کی آستین اتنی ڈہیلی اور انگرکے کے دامن اتنے چوڑے ہونے چاہئیں - نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم - اور صحابہ کرام رضوان علیہم اجمعین - کا کوئی خاص لباس نہ تہا - ہان شریعت نے ہمکو یہ حکم دیا ہی کہ اسراف نہ کرو جیسا کہ فرمایا ولا تسرفوا - اور فرمایا ولا تبذر تبذیرا ان المبذرین کانوا اخوان الشیطین - جس لباس میں اسراف سے کام لیا گیا ہو وہ بیشک قابل اعتراض ہے - لیکن اسراف ایک اعتباری امر ہے - جو لباس ایک بادشاہ کے لیے نہایت کفایت شعاری سے طیار ہوتا ہے - وہی لباس اگر ایک چپڑاسی اپنے لیے بنا دے تو لاریب اسراف ہے اور جو لباس ایک مفلس دہقان نے اعلیٰ سے اعلیٰ اسراف کو کام میں لاکر بنایا ہے - وہی لباس ایک شہزادہ اپنے لیے بنوا سے تو اس کو بخل

سے متہم کیا جائیگا۔

یا اگر کوئی شخص لباس زینت میں مبالغہ کر کے فخر و غرور کی حد تک پہنچ جائے۔ تو گنہگار ہوگا۔ ان اللہ لا یحب من کان مختالا فخورا۔ ان اللہ لا یحب المستکبرین۔ ولا تمش فی الارض مرحا جو لوگ دن رات فیشن کی درستی میں مصروف رہتے ہیں وہ خود ہی غور کریں کہ ان کا بناؤ سنگار سے کیا مطلب ہوتا ہے مومن کو تو لغو سے بھی اعراض کرنا چاہیے۔

یا ایسا لباس جو پلید ہو یا کسی پلیدی کا موجب ہو اس سے بھی احتراز کرنا ضروری ہے۔ وثیابک فطھر والرجز فاھجر۔ جنٹلمینوں کی نکٹائیاں اور کفین یا پتلونیں اگر ان کو وضو اور استنجا پاک کرنے سے باز رکھتی ہیں تو بیشک وہ اس کے تحت میں آسکتی ہیں۔

لباس کے متعلق احادیث پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کے لیے کوئی خاص وردی مقرر نہیں فرمائی۔ بعض لوگ قلت تدبر یا کوتاہ نظری یا اور کسی سبب سے احادیث نبوی کے اصل منشاء و حقیقت سے دور مہجور رہکر غیر ضروری قیود میں مبتلاء ہو جاتے ہیں مثلاً حضرت عبداللہ بن عمرو سے روایت ہے۔ قال رجل وعلیہ ثوبان احمران فسلم علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ۔ فلم یرد علیہ رواہ ابوداؤد +

اس حدیث سے یہ نتیجہ نکالا جاتا ہے۔ کہ حضور نبی کریم نے سرخ چادروں کی وجہ سے اس شخص کو اس قابل نہیں سمجھا کہ اس کے سلام کا جواب دیا جاوے۔ پس سرخ چادر قطعی ناجائز ہوئی۔ حالانکہ دوسری حدیث

موجود ہے کہ وعن ھلال بن عامر عن ابیہ قال رأیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم بمنٰی یخطب علیٰ بغلۃٍ بُرْدٌ احمرُ علیٌ امامہ یعبر عنہ رواہ ابوداود۔

پس معلوم ہوا۔ کہ سلام کا جواب نہ دینے کی وجہ کچھ اور تھی نہ چادر کا سرخ ہونا یا کہ اس شخص کی حالت مختصہ تھی جس سے کسی عام حکم کا قیاس نہیں کیا جا سکتا۔ مذکورہ بالا تمام بیان پر ابن عباس رضؓ کی اس حدیث سے خوب روشنی پڑتی ہے کہ قال کل ما شئت والبس ما شئت ما اخطاتك اثنتان سرف ومخیلۃ رواہ البخاری۔

یعنی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو جو چیز چاہے کھا اور جو چاہے پہن جب تک کہ اسراف اور تکبر کی سرحد تک نہ پہونچے اور حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے۔ کہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال من جر ثوبہ خیلاء لم ینظر اللہ الیہ یوم القیمۃ فقال ابوبکر یا رسول اللہ انی احد یسترخی الازار الا ان اتعاھدہ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انك لست ممن یفعلہ خیلاء رواہ البخاری +

یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا۔ کہ جو کوئی تکبر کی وجہ سے اپنا کپڑا دراز کرے۔ تو خدا تعالےٰ قیامت کے دن اس پر نظر رحمت نہ کریگا۔ یہ سنکر حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ اگر ہر وقت خبر گیری نکروں تو میری ازار تو لٹکجاتی ہے فرمایا کہ تم ان لوگوں میں نہیں ہو۔ جو تکبر کے ساتھ لٹکاتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ اصل منشا تکبر سے بچنا تھا کہ کپڑے کا نیچے لٹکانا۔ یا اونچا کرنا۔

اگر کوئی شخص اپنے ملک یا موسم یا رواج وغیرہ کی وجہ سے کوئی خاص قسم کا کپڑا پہنتا ہے اور اس مین تکبر ۔ اسراف ۔ بےپردگی وغیرہ کو دخل نہیں تو پھر ہرگز وہ موردِ اعتراض نہیں بن سکتا ۔ اب رہی حدیث ۔ من تشبہ بقوم فهو منهم ۔ اس حدیث کے متعلق لوگون مین ایمہ دین میں بھی بڑی بڑی طبع آزمائیان ہوتی ہیں طالب صادق کو تو ہر جگہ آسانی کی راہیں میسر آسکتی ہے اپنی سمجھ کے موافق بیان کیا جاتا ہے اس حدیث کی صحت پر اول تو محدثین کو کلام ہے ۔ پھر اس حدیث میں کہیں لباس یا خوراک کا ذکر نہیں غور کرنے سے تین باتین ظاہر ہوتی ہے ۔ اول ۔ ہر قوم میں کچھ نہ کچھ خصوصیات ہوا کرتے ہیں ۔ تشبہ سے خصوصیات قومی ۔ یا خصوصیات مذہب مراد ہو سکتی ہے مثلاً بت پرستون کی خصوصیت ہے کہ وہ بتون کی پوجا کرین ۔ اب اگر کوئی مسلمان بھی بتون کی پوجا کرنے لگے تو وہ بھی بت پرستون مین شامل سمجھا جائیگا ۔ جس طرح کے آجکل بدری نراین اور پارسناتھ کی مانند و مشابہ بہت سی قبرون کی پرستش مسلمانون نے شروع کر دی ہے ۔ یا مثلاً عیسائیون میں تثلیث اور کفارہ کا مسئلہ مابہ الامتیاز ہے اگر کوئی بدنصیب مسلمان تثلیث و کفارہ کا قایل ہو کر عیسائیون کے گرجے میں جا کر انہین کی طرح عبادت کرنے لگے تو وہ عیسائیون میں شمار کیا جائیگا ۔ پھر جو کوئی لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا معتقد ہو کر مسلمانون کی سی نماز پڑھیگا ان کے محرمات کو محرم قرار دیگا وہ ضرور مسلمان سمجھا جائیگا ۔ دوم ۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ لڑائی کیوقت کوئی مسلمان اپنی اسلامی فوج کی وردی کے خلاف فریق مخالف کی سی وردی پہنے ہوے ہو اور کوئی دوسرا مسلمان سپاہی اسکو دشمن سمجھکر قتل کر دے تو ایسی حالت میں قاتل سے قصاص نہیں لیا جائیگا ۔ یہ توجیہ

اس وقت سے ہے ۔ جبکہ تشبہ میں لباس کو بھی لیا جائے ۔ **سویم** ۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو متحرک اور آگے بڑھنے والی چیز بنایا ہے ۔ جب کوئی شخص کسی قوم سے کسی قسم کا بھی تشبہ اختیار کرتا ہے ۔ تو دوسرے روز اسی تشبہ میں ذرا اور آگے قدم بڑھاتا ہے اسی طرح ہر روز ترقی کرتا ہے کالج کے طلبا ، اور اور تعلیم یافتہ لوگوں میں اکثر دیکھا گیا ہے کہ جب یورپ کے تشبہ کی طرف ان کی طبیعتیں جھکی ہیں ۔ تو اول پتلون ۔ نیکٹائی وغیرہ فیشن ایبل ڈریس میں رہنا اختیار کیا ۔ پھر جب دیکھا کہ وضو کرنے سے داڑھی کے بال بھیگ کر نیکٹائی کو خراب کرتے ہیں تو داڑھی کو کتروانا یا منڈانا شروع کر دیا ۔ پھر جب دیکھا کہ داڑھی کا صفایا کرا کر نیکٹائی کی تو حفاظت ہو گئی ۔ لیکن التحیات میں پتلون پر شکن ہو کر دو کوڑی کی ہو جاتی ہے ۔ تو نماز سے ہی جی چرانے لگے انہیں لوگوں میں سے سنا ہے بعض نے یہ تجویز کی ہے کہ التحیات والی نماز نہ پڑھیں اور میز کے سامنے کرسی پر بیٹھے بیٹھے نماز پڑھا کریں ۔ اور میز پر ہی سجدہ کر لیا کریں ۔ غرضیکہ رفتہ رفتہ نماز سے ہاتھ اٹھایا ۔ اسی طرح بتدریج ترقی کرتے ہوئے انسان اپنی قومیت سے علیحدہ جاتے جاتے دوسری سوسائٹی کا انسان بن جاتا ہے ۔ پس من تشبہ کے معنی یہی ہوئے ۔ کہ رفتہ رفتہ ترقی کرتے ہوئے انسان اپنی قوم سے علیحدہ ہو کر دوسری قوم میں شامل ہو جائے میرے نزدیک آپ کے استفسار کا کافی بلکہ مفصل جواب تحریر ہو چکا سوائے اس کے اور کیا کہا جائے + کہ ۔

الیس لکل حالۃ لبوسہا + اما نعیمہا و اما بؤسہا

والسلام ۔ راقم +

اکبر شاہ خاں نجیب آبادی ،

آزادی

آزادی کے لفظ سے بچہ سے لیکر بوڑھے تک واقف ہیں۔ اس لیے اس کے معنے بیان کرنے کی ضرورت نہیں ہے +

فی زمانہ آزادی کے لیے ہر ایک گروہ پورے زور شور سے کوشش کر رہا ہے۔ اور ہر ایک طرف سے یہی صدا آرہی ہے۔ آزادی! آزادی!! آزادی!!! لیکن اگر تدبر کیا جاوے۔ تو معلوم ہوگا کہ اول تو کسی طرح وہ آزادی مل ہی نہیں سکتی جس کی خواہش کیجاتی ہے بفرض محال اگر یہ آزادی نصیب بھی ہو جائے تو بجائے مفید ہونے کے بہت ہی ضرر رساں ہوگی +

ایک بچہ یہ خواہش کرتا ہے۔ کہ میں مادر پدر آزاد ہو جاؤں۔ لیکن اس کو کبھی یہ خیال نہیں گذرا ہوگا۔ کہ اگر میرے والدین مجھے کلیتہً آزاد کردیں۔ میری نیکی بدی کو مجھ پر چھوڑ دیں۔ تو اس کا کیا نتیجہ ہوگا۔ اگر وہ بچہ نیک ہے۔ تو اس کو یہ سمجھ لینا چاہیے۔ کہ والدین سے آزاد ہو کر اُستاد کی فرمانبرداری ضروری ہے۔ دوسرے بچوں کے ساتھ تعلق رکھنے کے لیے اصول معاشرت کی پابندی ضروری ہے۔ اور تعلیم حاصل کرنے کے لیے مدرسہ کے قوانین کی پابندی ضروری ہے۔ پھر سب سے بڑھکر گورنمنٹ کے قوانین کی پابندی مجبوراً کرنی پڑتی ہے۔ کیونکہ اِن پابندیوں سے آزادی حاصل کرنے سے ایک بچہ کو بہت سی تکالیف کا متحمل ہونا پڑتا ہے۔ جیسا کہ مختصر طور پر آگے ذکر

آئیگا - الغرض اگر ایک بچہ ان پابندیونکو ذہن میں رکھکر نتیجہ نکالیگا - تو یہی ہوگا کہ کوئی آزاد نہیں ہے - کیونکہ والدین سے آزادی حاصل کر کے عزیزون کی اطاعت تو ضرور ہی کرنی پڑیگی - اس لیے بہتر ہے کہ والدین کی اطاعت کیجاوے اور اگر کوئی شریر لڑکا ہو - اور وہ کہے کہ ہم کسی کی اطاعت نہ کرینگے - خواہ کوئی ہو - تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا - کہ اصول معاشرت کی خلاف ورزی کر کے دوسرے لڑکون کے ساتھہ ہر وقت لڑتا اور مار کھاتا رہیگا - اور پہر استاد کی نافرمانی کر کے اس کو ناراض کریگا - اور اسی طرح سکول کے قواعد کی خلاف ورزی کر کے علم سے محروم رہکر ہمیشہ کے لیے جاہل رہیگا - اور پہر گورنمنٹ کے قانون کی مخالفت کر کے بڑے گھر کی سیر کریگا - اس طرح پر آزادی سے بجائے فائدون کے نقصانات اٹھانے پڑینگے یہ آزادی کی ادنی درجہ کی مثال تہی - اب ہم دنیاوی آزادی کی سب سے اعلی مثال پیش کرتے ہیں +

دنیا مین ایک گروہ ہوتا ہے - جو اپنے آپ کو مدبران ملک یا پالٹیشن کے نام سے موسوم کرتا ہے - مدبران ملک میں سے بعض تو واقعی ملک کی بہبودی کی تدبیرون مین غرق رہتے ہیں - لیکن بعض لوگ اپنے نزدیک ملک کی ایک بہتری تصور کر کے اسپر زور دیتے ہین اور دن رات اسی بات میں لگے رہتے ہیں - کہ کسی طرح ہماری خیالی تجویز عمل در آمد میں آجاوے - مثال کے طور پر ہم یہ بتا سکتے ہیں - کہ بعض مدبران اپنی زندگی کی غرض صرف یہ قرار دیتے ہیں - کہ ملک کو آزاد کیا جاوے - یہ لوگ دراصل ملک کے خیر خواہ نہیں ہوتے - بلکہ ملک کے بدخواہ ہوتے ہیں + ایسے لوگون کا وجود ہمارے ملک (ہندوستان

ہیں ہی ہے۔ جو اگرچہ کھلم کھلا اس بات کا اظہار نہیں کر سکتے۔ مگر مختلف طریقوں سے اس بات کے ظاہر کرنیکی کوشش کرتے ہیں۔ اگر ہم تھوڑی دیر کے لیے تسلیم کر لیں۔ کہ ہمارا ملک آزاد ہو گیا۔ اور سیلف گورنمنٹ ہو گئی۔ تو اس کا نتیجہ کیا ہو گا؟ اس سوال کے جواب کے لیے ہمیں مندرجہ ذیل امور پر غور کرنا پڑیگا۔

۱۔ سلطنت کس کے ہاتھ میں ہوگی۔ آیا تمام ہندوستان کے ہاتھ میں یا کسی ایک قوم میں یا چند چیدہ چیدہ آدمی سلطنت کرینگے یہ توموٹی بات ہے۔ کہ تمام ملک کبھی سلطنت نہیں کیا کرتا سیلف گورنمنٹ کا اصول عام طور پر یہی ہوتا ہے۔ کہ ملک کے باشندے اپنے قایممقام تجویز کرتے ہیں۔ جو ملک پر حکومت کرتے ہیں۔ مگر ہندوستان کے باشندے سب کے سب ملکر ایک کام نہیں کر سکتے۔

گورنمنٹ نے پراونشل اور بعض لیٹو کونسل کے لیے چند دیسی ممبران کا شامل کرنا منظور کیا تھا۔ اب اس پر اہالیان ہند کے جو جھگڑے ہو رہے ہیں۔ وہ اخبار بین دنیا کی نظر سے مخفی نہیں ہیں مسلمان کہتے ہیں۔ کہ مسلمان ممبروں کے انتخاب کا حق صرف مسلمانوں کو ہی دیا جاوے اور ہندو لوگ اس بات کے خواہشمند ہیں۔ کہ نہیں سب آبادی ملکر یہ فیصلہ کیا کرے جس سے ان کی منشا یہ ہے۔ کہ چونکہ کثرت ہماری ہے اس لیے مسلمانوں میں سے بھی ہم وہ ممبر لیا کریں جو ہماری منشاء کے مطابق ہوں۔

اس بحث کے پیش کرنے سے ہماری یہ غرض نہیں ہم کہ ہم یہ فیصلہ کریں۔ کہ آیا مسلمان حق پر ہیں۔ یا ہندو۔ کیونکہ یہ موٹی

بات ہی - کہ مسلمانوں میں سے انتخاب کا حق صرف مسلمانونکو ہی ہونا چاہیے - بلکہ اس جگہ اس بات کے بیان سے میری غرض یہ ہے - کہ ہندو مسلمان ایک بات پر کبھی اکھٹے نہیں ہو سکتے - الغرض اگر کبھی دیسیوں کو سلطنت مل جاوے - تو ان میں سب سے پہلے یہ جھگڑا ہوگا کہ کون سلطنت کرے جس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ مسلمان اس بات پر زور دینگے - کہ ہم سلطنت کرینگے اس لیے سب سے پہلے کشت و خون ہوگا اور بالآخر ایک قوم کے حق میں فیصلہ ہوگا - ممکن ہی کہ ان کے جھگڑے کے وقت کوئی اور سلطنت اس ملک پر قبضہ کرے اور پھر ان کا حال پہلے سے بدتر ہو جاوے (۲) - اب دوسرا سوال یہ ہے - کہ آیا سلطنت کے مالک مسلمان ہونگے یا ہندو - ان میں جو کوئی بھی ہو - نتیجہ ظاہر ہے - اگر ہندو ہووے - تو مسلمانون کو خوب سمجھ لینا چاہیے - کہ ان کا نتیجہ کیا ہوگا کون نہیں جانتے - کہ ہندو مسلمانون کے خون کے پیاسے ہیں - اگر ان کو طاقت مل جاوے تو سب مسلمانونکو ایکدم قتل کر دیں - اب جبکہ غیر قوم کی سلطنت ہی - اور ہم سب غیر قوم کی رعایا ہیں - ہندون کا سلوک جو وہ ہمارے ساتھ کر رہے ہیں ظاہر ہے - اگر ایک ممتحن ہے تو وہ یہی چاہتا ہے کہ کوئی مسلمان پاس نہ ہو - اگر کسی محکمہ کا افسر ہے - تو وہ یہی چاہتا ہی کہ اس محکمہ میں کوئی مسلمان ملازم نہ داخل ہو اور اگر کوئی مجسٹریٹ ہی - تو وہ یہی چاہتا ہی - کہ مسلمان کبھی فتحمند نہ ہو - الغرض یہ بات ظاہر ہے کہ ہندو قوم کہان تک مسلمانون سے محبت رکھتی ہے + علیٰ ہذا القیاس اگر مسلمان کے ہاتھ سلطنت آجاوے اور وہ ہزار طرح سے انصاف سے کام لیں - تو چونکہ ہندو صاحبان کے دل میں ایک دشمنی بیٹھی ہوئی ہے - وہ یہی خیال کرینگے - کہ مسلمان کوئی چال چل رہے ہیں - گویا ان کا عندیہ کچھ اور ہے اور کسی خاص مطلب سے یہ ایسا کر رہے ہیں حالانکہ مسلمان ایسا نہیں کر سکتے - کیونکہ یہ منافق کا کام ہی - نہ مسلمان کا +

۳- تیسری بات قابل غور یہ ہے کہ اس سے پبلک کو کیا فائدہ ہوگا۔ سو یہ بات میں پہلے بیان کر آیا ہوں کہ تمام ملک حکومت نہیں کیا کرتا۔ کیونکہ اگر تمام ملک کے باشندے حکومت کرنا چاہیں۔ تو وہ کسطرح حکومت کرینگے۔ غرض سارے ملک میں سے چیدہ چیدہ آدمی ہی حکومت کیا کرتے ہیں۔ تو اس صورت میں تمام پبلک تو پھر غلام رہے گی۔ فرق صرف یہ ہے کہ پہلے ان کو انصاف پسند قوم کی فرمانبرداری کرنی پڑتی ہو۔ اور اب کسی ایسی قوم کی فرمانبرداری کرنی پڑیگی جن کے متعلق یہ ممکن بلکہ یقینی ہے کہ ایک حصہ کو ترجیح ہو۔

تو اس جگہ آزادی کے کیا معنے ہونگے؟

کیا سیلف گورنمنٹ کسانوں سے مالیہ وصول نہ کریگی؟

کیا سیلف گورنمنٹ مجرموں کو سزا نہ دیگی؟

کیا سیلف گورنمنٹ تمام پبلک کو اپنی اطاعت کے لیے مجبور نہ کریگی۔

یا کیا سیلف گورنمنٹ باغیوں کو سزا نہ دیگی۔

جب یہ سب باتیں دیسی حکومت کے لیے بھی لازمی ہیں۔ تو پھر اس سے کیا فائدہ کہ خواہ نخواہ امن کو دور کر کے بے اسنی مول لےلیجاوے ہمارا پالیٹکس سے کوئی تعلق نہیں ہے اور نہ ہمارا منشا ہے۔ کہ اس کے متعلق بحث کیجاوے۔ مگر چونکہ یہ بات ہماری راہ میں ہتی۔ اس لیے مختصر طور پر اس کا ذکر کر دیا ہے۔ دراصل ہمارا اس سے یہ مطلب ہے۔ کہ جس کو عام لوگ آزادی کہتے ہیں۔ وہ آزادی نہیں ہو۔ بلکہ آزادی اور ہی چیز ہے +

(باقی آئندہ انشاء اللہ تعالیٰ)

ایک ضروری تحریک

ہمارے آقائے نامدار حضرت میرزا غلام احمد صاحب مرسل یزدانی نے ایک دفعہ یہ تحریک فرمائی تھی کہ ہماری جماعت کے لوگ دسمبر کی تعطیلات میں قادیان آجایا کریں۔ تاکہ ملازمت پیشہ لوگوں کو بھی خاص طور پر ہمارے تقریروں کے سننے کا موقعہ ملجایا کرے۔ اس خاص جلسہ سے احمدیہ پبلک کو بڑے بڑے فائدے پہونچے چنانچہ انجمن تشحیذ الاذہان جیسی مفید انسٹیچیوشن کا بنیادی پتھر بھی اسی سالانہ اجتماع کی برکت سے ہے۔ جو کہ سنہ ۱۹۰۶ء کے آخر پر ہوا۔ پھر انجمن تشحیذ الاذہان نے حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی زندگی میں ہی ان دنوں میں اپنے سالانہ جلسہ کا آغاز کیا۔ اور پھر اس انجمن کے دو جلسے آپ کی زندگی میں ہوئے اور دوسرے جلسہ کے بعد پانچ ماہ بھی نہ گذرے تھے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام اس دار فانی سے کوچ کر کے دار البقا میں جا پہونچے۔ اللھم بارک علیہ وعلی الہ واصحابہ کما بارکت علے اتباع محمد (صلی اللہ علیہ وعلی الہ واصحابہ اجمعین) پھر آپ کے سات ماہ کے بعد انجمن تشحیذ الاذہان کا تیسرا سالانہ جلسہ بھی انہی ایام میں ہوا۔ اور صدر انجمن احمدیہ کا سالانہ جلسہ بھی انہی ایام میں ہوا۔

اب وہ ایام بہت قریب آرہے ہیں۔ اور اس دفعہ انشاءاللہ تعالی

انجمن تشحیذ الاذہان کا چوتھا سالانہ جلسہ ہوگا - میری یہ خواہش ہے - کہ اس دفعہ ایسی کوشش کیجاوے کہ تمام ممبران انجمن تشحیذ الاذہان اپنی انجمن کے سالانہ جلسہ پر ضرور بضرور جمع ہوں - اس کے متعلق میں انشاء اللہ تعالٰے تمام ممبران انجمن کیخدمت میں ایک گشتی چٹھی بھی ارسال کرونگا اور انشاء اللہ اس میں پروگرام اور ضروری امور متعلقہ انجمن سے اطلاع دونگا - مگر چونکہ شاید وہ چٹھی جلدی ارسال نہ ہو سکے - اس لئے میں اس مختصر سے نوٹ کے ذریعہ تمام ممبران انجمن تشحیذ الاذہان کی توجہ کو اس امر کی طرف منعطف کرنا چاہتا ہوں - کہ وہ اپنی پیاری انجمن کی سالگرہ پر ضرور تشریف لاویں *

(سکرٹری)

ریویوز

عشرہ کاملہ یہ کتاب مولوی شیخ الہ دین صاحب واعظ انجمن حمایت اسلام لاہور نے آریوں کی تردید میں لکھی ہے - اس کتاب میں مندرجہ ذیل امور پر بحث کی گئی ہے -

(۱) - رشیوں کو وید کیوں دیئے گئے - کیا انہوں نے وید سے پہلے ایسے نیک اعمال کئے تھے - یا ان کا کوئی سابقہ حق تھا - کہ اُن کو وید دیئے گئے - اور کیا صرف چار رشی پیدا ہونے ضروری ہیں -

(۲) - دوران دنیا پر خوب بحث کی گئی ہے - اس میں پنڈت دیانند صاحب کے عقائد سے یہ ثابت کیا گیا ہے - کہ دنیا حادث

ہے۔ ازلی نہیں ہے۔ بلکہ اس میں یہ بھی دکھایا گیا ہے۔ کہ پنڈت دیانند اُن لوگوں کو (جو آفرینش عالم کی ابتدا اور انجام نہیں مانتے) ماستک یعنی دہریہ کہتے تھے۔

(۳) تناسخ کے مسئلہ کو دیانند کے اقوال سے غلط ثابت کیا گیا ہے۔

(۴) مادہ اور روح کی قدامت پر بھی کافی بحث کی گئی ہے۔ اور مستند آریہ اور ان کے بانی پنڈت دیانند صاحب کے اقوال سے اس مسئلہ پر خوب روشنی ڈالی گئی ہے۔

(۵) اس کتاب میں ایک جگہ یہ بھی ثابت کیا گیا ہے۔ کہ پنڈت دیانند مشرک تھا۔

(۶) آریہ نجات پر بھی بحث کی گئی ہے۔

(۷) یہ بھی ثابت کیا گیا ہے۔ کہ آریوں کے بزرگ گائے وغیرہ کا گوشت کھایا کرتے تھے۔ اور کہ آریوں کے دیوتاؤں نے گائے اور گھوڑے کی قربانی کو چھوڑ کر انسانی قربانی منظور کی اور اسی کا گوشت پسند کیا۔

علاوہ مندرجہ بالا امور کے اور سوالات پر بھی مختصر بحث ہے۔ جس کو یہاں طوالت کی وجہ سے درج نہیں کیا جاتا۔ بہر حال کتاب بہت مفید ہے۔ مذہبی مباحثوں کو چاہئے کہ اس کتاب کو ضرور ملاحظہ فرماویں۔ یہ کتاب رسالہ ہذا کے سائز پر ۹۲ صفحے کی ہے۔ قیمت صرف ۳ر ہے۔

ملنے کا پتہ

محمد اصغر علی محمد قاسم مالکان قاسمی پریس لودیانہ

نور یہ ایک پندرہ روزہ اخبار ہے جو کہ آریہ مذہب کے ابطال اور سکھوں کو اُن کے گرو کے مذہب کی طرف واپس بلانے کے لئے کرمی شیخ محمد یوسف صاحب نومسلم نے جاری کیا ہے۔ اس کے تین نمبر نکل چکے ہیں اور جہانتک میں اُس کے مضامین سے اندازہ لگاتا ہوں یہ اخبار آجکل کے مذاق کے عین مطابق معلوم ہوتا ہے۔ اب تک اس میں کئی مضامین آریوں کے برخلاف نکل چکے ہیں اور دیانندی پارٹی کو اس کا نوجوان اڈیٹر خوب زور سے للکارتا ہے کہ اگر کچھ زور بل ہے تو مقابل میں آئے آریہ سماج کے اخبارات کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اُن کو بھی اس اخبار سے ایک گونہ خوف معلوم ہوتا ہے کیونکہ آریہ گزٹ اور پرکاش اس کے نکلنے پر بہت گھبرائے ہیں کاش دیانند اور اُن کے پیرو اس قدر منہ پھٹ نہ ہوتے اور اسلام اور اس کے بانی پر اس قدر طعن و تشنیع کر کے اپنی گندہ دہانی کو دنیا پر ظاہر نہ کرتے۔ مگر جن کی فطرت میں جلن اور حسد اور حرف گیری کا مادہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے وہ چھپائے سے کب چھپتا ہے۔ جنہوں نے اپنے بڑوں کی پگڑی اُتارنی چاہی جنہوں نے راجندر اور کرشن علیہما السلام جیسے بزرگوں اور باوا نانک صاحب جیسے مہاتما کو گالیاں دینے اور کوسنے سے اجتناب نہ کیا اُن سے کیا امید ہوسکتی ہے کہ ایک عرب کے نبی کو برا کہنے سے باز رہیں ان کی تو وہی مثال ہے کہ "اماں اماں جب میں بڑا ہوکر تھانے دار ہونگا تو پہلے تیری ہی سر پر بید لگواؤں گا ادھر ہوش آیا نہیں اور ادھر

لگے اپنے بڑوں کو گالیاں دینے۔ جیسا گندہ لٹریچر اس قوم نے ایجاد کیا ہے۔ اس سے پہلے کہیں نظر نہیں آتا۔ ہندوستان کے پادریوں نے ایک حد تک اس میں کمال حاصل کیا تھا مگر یہ تو استاد سے بھی بڑھ گئے۔ ان کی کوئی کتاب اٹھا کر دیکھ لو۔ یا اپنوں کو یا غیروں کو گالیاں نکالی ہوئی ہونگی۔ جو خوبی ہو وہ اُن کو برائی نظر آتی ہے۔ یہ قوم گوئکے کیڑے کی مثل ہے کہ جس کے آگے مشک رکھا جاتا ہے تو وہ فوراً بیزار ہو کر پیچھے ہٹتا رہتا ہے اور بعض اوقات مر جاتا ہے مگر سارا دن گُو کے ساتھ کھیلتا رہتا ہے اور اُس میں اس کی غذا ہوتی ہے۔ ان کو نرمی سے تہذیب سے اُن کے بزرگوں کا ادب رکھتے ہوئے بارہا جواب دئے گئے۔ مگر بالکل بے سود۔ ہاں سچ ہے لاتوں کے بھوت باتوں سے نہیں مانتے بیشک ضرورت تھی کہ ان کے مقابلہ میں ایک نور کی طرز کا اخبار نکلتا جو ان کو انہیں کے ترازو اور بٹوں میں تول کر دیتا۔ اور خوشی کی بات ہے کہ اس ضرورت کو شیخ صاحب موصوف نے پورا کیا ہے۔ مگر میں پھر بھی ڈرتا ہوں کیونکہ شیخ صاحب کیسی بھی چالاکی سے ان کا مقابلہ کریں اور تلوار کے مقابلہ میں تلوار نکالیں مگر پھر بھی شرافت سے گرے ہوئے توہین آمیز کلمات اور گندی گالیاں استعمال کرنے کی نہ اُن کو شریعت اسلام اجازت دے گی نہ اُنکی فطرت برداشت کریگی۔ حالانکہ آریوں کا مبلغ علم یہی ہے۔

بہر حال میں امید کرتا ہوں کہ وہ اس کام کو تن دہی اور شوق سے نباہیں گے اور راستہ کی تمام تکلیفوں کو برداشت کرتے ہوئے

اپنے مقصد کے حاصل کرنے کے لئے سیدھے بڑھتے چلے جاوینگے اور چونکہ اس اخبار میں اسلام کے بیرونی دشمنوں کا ہی مقابلہ کیا جائیگا۔ اس لئے میں امید کرتا ہوں کہ کیا احمدی اور کیا غیر احمدی ایک اسلامی خدمت سمجھتے ہوئے اس اخبار کی مدد میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ رکھیں گے۔ اس کی سالانہ قیمت صرف عہ ہے اور شیخ محمد یوسف صاحب ایڈیٹر نور کو قادیان ضلع گورداسپور کے پتہ پر لکھنے سے یہ اخبار منگوایا جاسکتا ہے۔

فلاحت یہ ایک رسالہ ہے جسے سردار اسد اللہ صاحب جنہوں نے نہ صرف ہندوستان بلکہ انگلستان کی زمینداری کے امتحان بھی پاس کئے ہیں نکالنا چاہتے ہیں۔ اس وقت ایک ایسا لائق آدمی جو زمینداری کے نئے اصولوں سے بھی واقف ہو ملنا بہت ہی دشوار ہے۔ اور خاصکر ایسا کہ جو اپنی عمر کو قوم کی بہتری کے لئے ایک حد تک وقف کر دینے کے لئے تیار ہو۔ اس رسالہ میں زمینداری کے متعلق جو نئی تحقیقاتیں یورپ اور امریکہ میں ہو رہی ہیں درج ہونگی اور بڑے بڑے لائق آدمی جو اس فن کے خاص ماہر اور واقف ہیں اس میں زمینداری کے متعلق مضامین لکھیں گے۔ اور میں امید کرتا ہوں کہ یہ رسالہ زمینداروں کی حالت کو درست کرنے میں بہت کچھ مفید ثابت ہوگا۔ مسلمانوں کی تباہی کا ایک بڑا سبب یہ بھی ہے کہ وہ زمینداری کے اصولوں میں بہت پیچھے رہ گئے ہیں۔ پنجاب میں مسلمانوں کی مردم شماری باون فیصدی ہے مگر حالت ایسی ردی ہے کہ ہر روز

قیامت کاسماں سامنے نظر آتا ہے اور اس کی زیادہ تر وجہ یہ ہے کہ یہ لوگ زیادہ تر زمینداری پیشہ ہیں مگر افلاس اور غربت کی وجہ سے دن بدن اپنی زمینوں کو ہاتھوں سے دے رہے ہیں۔ اور مجبور بھی ہیں کیونکہ زمینیں اتنا پیدا نہیں کرتیں اور اخراجات آجکل بڑھ رہے ہیں پس لازم تو یہ تھا کہ نئے علوم سے فائدہ اٹھا کر اپنی آمدنیوں کو بڑھاتے بگردہ اس پر قرضہ لے کر اور بھی خراب ہوئے۔ اب بھی وقت ہے کہ زمینداری کے علوم کو حاصل کریں اور اپنی زمینوں پر تجربہ کرکے فائدہ اٹھائیں ہیں نے ابھی ایک انگریزی رسالہ میں پڑھا ہے کہ ہندوستان میں جس زمین میں نو بشل گیہوں پیدا ہوتی ہے انگلستان میں خاص طریقوں سے ویسی ہی زمین میں تیس بشل پیدا ہوئی ہے۔ گویا کہ قریباً چار گنے زیادہ اور خرچ کوئی زیادہ نہیں صرف ایک ایکڑ پر ۱۲ ر خرچ ہوتے ہیں۔ پس امید ہے کہ اب سے ناظرین رسالہ خاصکر زمیندار اس رسالہ کو خرید کر خود بھی فائدہ اٹھائیں گے اور دوسروں کو بھی اس کے خریدنے کی ترغیب دیں گے۔ یہ رسالہ خریداری کی تعداد پانسو تک ہونے پر جاری ہوگا۔

درخواستیں بنام

سردار **اسداللہ صاحب** زمیندار انعام آباد۔

ڈاکخانہ اجنیانوالہ۔ ضلع گجرانوالہ کے ہوں

مندرجہ ذیل کتب ہمارے دفتر سے طلب فرماویں

البرق ۔ یہ کتاب دفتر ہذا میں ابھی آئی ہے جسکا اشتہار بطور ضمیمہ رسالہ ہذا آپ کو اسی رسالہ میں ملیگا ۔ یہ اصل قیمت یعنی ۴ر پر فروخت ہوتی ہے

اختیار الاسلام ۔ (میں مسلمان ہوگیا) ۔ مصنفہ ماسٹر عبد الرحمٰن صاحب قیمت حصہ دوم ۶؍ حصہ سوم ۷؍

صادقوں کی روشنی کو کون دور کر سکتا ہے ۔ مصنفہ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب بجواب اعتراضات مخالفین سلسلہ بر وفات حضرت اقدس علیہ الصلوۃ والسلام جسکو حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح اور دیگر احمدی بزرگان نے بہت پسند فرمایا ہے ۔ یہ کتاب رسالہ ہذا کے سائز پر چھپی ہوئی ہے حجم ڈیڑھ سو صفحے سے زائد ہے ۔ کاغذ عمدہ چکنا لگا ہوا ہے ۔ لکھائی چھپائی بہت عمدہ ہے قیمت باوجود ان تمام خوبیوں کے صرف ۴ر ہے جو کہ اصل لاگت سے بھی کم ہے

سردار مہر سنگھ کا لیکچر ؏ یا باوا نانک صاحب کا مسلمان ہونا ۔ مصنفہ ماسٹر عبد الرحمٰن صاحب قیمت فی کتاب صرف (۱۰؍)

معیار حق یا سچے مذہب کی شناخت انعامی لعہ قیمت صرف ۱ر

اسلام کی پہلی کتاب ۔ یہ کتاب بچوں کے لئے بہت مفید ہے قیمت ۴؍

المشتہر

مینجر رسالہ تشحیذ الاذہان قادیاں ضلع گورداسپور

رسیدات زر بابت ماہ رمضان المبارک سنہ ۱۳۲۷ ہجری

۲۸۱ - منشی عبدالغنی صاحب	عہ/
۴۶۷ - میاں عبدالوہاب صاحب	عہ/
۷۲۷ - محمد خانصاحب ذیلدار	عار
۴۷۷ - شیخ بقاقی صاحب	عہ/
۲۰۳ - منشی قدرت اللہ صاحب	عار
۱۲۲ - منشی گلاب الدین صاحب	۳/
۵۸۶ - میاں علی شیر صاحب	عہ/
۱۰۰ - محمد اسمٰعیل صاحب	عار
۴۰۰ - میاں محمد ابراہیم صاحب	صہ/
۱۴۲ - منشی گلاب الدین صاحب	۰۲/
۷۱۱ - مرزا خدابخش صاحب	عار
۷۳۵ - حاجی رحمت اللہ صاحب	عار
۴۸۱ - منشی نظام الدین صاحب	عار
۲۶ - میاں مرادبخش صاحب	عار
۶۰ - بابو عبداللہ صاحب	عار
۵۸ - میاں محمد الدین صاحب	عار
۴۰ - بابو فیض الرحمٰن صاحب	للعہ/
۳۳۷ - حکیم محمد حسین صاحب	عار
۴۴۵ - آرام اینڈ کو	عار
۴۲۹ - سید مدثر شاہ صاحب	للعہ/
۱۸۱ - شیخ نور احمد صاحب	عار
۳۴۹ - منشی محبوب عالم صاحب	عار
۵۰۲ - میاں نبی بخش صاحب	عار
۵۱۲ - حکیم احمد الدین صاحب	عار
۳۲۵ - ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب	عار
۴۳۱ - میاں نظام الدین صاحب	عار
۶۰۸ - چودھری باغ دین صاحب	عار
۶۳۹ - چودھری شکر دین صاحب	عار
۳۰۸ - میاں احمد الدین صاحب	عار
۴۸۳ - میاں عبدالعزیز صاحب	عار
۴۹۹ - میاں ابراہیم صاحب	عار
۲۴۶ - میاں غلام حیدر صاحب	عار

رسیدات چندہ ممبری ماہ رمضان سنہ ۱۳۲۷ھ

قاضی عبداللہ صاحب قادیان	عہ/
میاں احمد الدین صاحب زرگر	۸/

چندہ لائبریری

میاں غلام نبی صاحب راولپنڈی	صہ/
ڈاکٹر محمد حسین صاحب نوشہرہ	ع٥

رجسٹرڈ ایل نمبر ۵۶۴

اشتہار دینے والے اصحاب کے لیئے ایک

نادر موقعہ

ہمارا ارادہ ہے۔ کہ دسمبر سنہ ۱۹۰۹ء کا پرچہ پانچ ہزار کی تعداد میں شایع کیا جاوے اور بہت سے لوگوں میں نمونہ کے طور پر مفت تقسیم کیا جاوے۔ اس لیئے جو اصحاب اس رسالہ میں اپنے اشتہارات چھپوانا چاہیں۔ وہ بہت جلدی مینجر تشحیذ الاذہان کو اطلاع دیں۔

یاد رہے کہ یہ رسالہ چار لاکھ کی جماعت میں مذہبی آرگن ہونیکی وجہ سے اشتہارات کے لیئے خاص طور پر مفید ہو سکتا ہے۔

شرح اشتہارات حسب ذیل ہے

پورے صفحہ کے لیئے	۳عہ؎ر
نصف صفحہ کے لیئے	لعہ ر
چوتھائی صفحہ کے لیئے	صمہ ر
فی سطر کے لیئے	[illegible]اعہ

[illegible]

باہتمام شیخ یعقوب علی صاحب انوار احمدیہ مشین پریس قادیان میں چھپا